حالات زندگی

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید (رحمۃ اللہ علیہ)

قاری محمد یعقوب ربانی
فاضل جامعہ سلفیہ

ولادت اور تعلیم و تربیت:

علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ 31 مئی 1945 بروز جمعرات کو محلہ احمد پور سیالکوٹ کے مردم خیز خطہ میں پیدا ہوئے ان کے والد حاجی ظہور الٰہی کو دین سے خاص لگاؤ تھا۔ چانچہ اپنے شوق کی تکمیل کے لئے علامہ صاحب کو دین کی طرف لگادیا آپ نے سکول کے ساتھ ساتھ حفظ بھی شروع کرلیا اور 9 سال کی عمر میں پرائمری کی فراغت سے پہلے ہی قرآن مجید مکمل حفظ کرلیا اس کے بعد مڈل کیا۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم پر عبور حاصل کرنے کیلئے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں داخل ہوئے وہاں پر حافظ محمد گوندلویؒ سے فیض حاصل کیا اور اسی طرح حافظ محمد بڈھیمالوی، اور شیخ الحدیث مولا محمد اسماعیل سلفیؒ سے بھی استفادہ کیا دوران تعلیم اپنا ناشتہ و کھانا اپنی جیب سے کھاتے تھے۔ جب کہ دینی مدارس کے طلبہ کو کھانا مدرسے کی طرف سے ملتا ہے۔ اس کے بعد علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے فاضل عربی، فاضل فارسی، فاضل اردو کے امتحانات امتیازی پوزیشن میں پاس کئے۔ دینی تعلیم کیلئے جامعہ سلفیہ فیصل آباد سمیت کئی دیگر مدارس سے فائدہ اٹھایا۔

پھر اعلیٰ تعلیم کیلئے انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سعودی عرب میں داخلہ لے لیا۔ عام پاکستانی لڑکوں کی طرز سے ہٹ کر ایک مصری لڑکے کے کوارٹر میں رہائش رکھی تاکہ روز مرہ کی عربی بول چال سے اس پہ عبور حاصل ہو، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چھ ماہ بعد عربی تحریر و تقریر میں دسترس حاصل ہوگئی۔ اور ایک عربی ادبی مجلّہ کا اجراء کیا جس پر اساتذہ بہت خوش ہوئے اور یہ بھی امتیاز علامہ صاحبؒ کو ہے کہ وہ زمانہ طالب علمی میں اساتذہ کی جگہ پہ بعض اوقات لیکچر دیتے جس کی اجازت بلکہ حکم اساتذہ کی طرف سے تھا۔ لہٰذا وہ قادیانیت پر مکمل بریفنگ دینے کی ڈیوٹی نبھاتے رہے۔ مدینہ یونیورسٹی میں فراغت سے قبل ہی انہیں سند مل گئی تو علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے وائس چانسلر جناب شیخ ابن بازؒ سے کہا کہ جناب اگر میں فیل ہوگیا تو پھر؟ یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے فرمایا اگر آپ فیل ہوگئے تو میں اپنا عہدہ چھوڑ دوں گا لیکن علامہ صاحبؒ اعلیٰ پوزیشن اور ریکارڈ نمبروں میں پاس ہوئے۔ علامہ صاحبؒ نے وہاں عالم اسلام کی عظیم شخصیت محدث زمانہ الشیخ ناصر الدین البانیؒ سے فیض حاصل کیا وہ دوران طالبعلمی سعودی عرب کے تمام روحانی و تاریخی مقامات کی زیارت و سیاحت کے بہت شوقین تھے انہوں نے تمام مقامات تفریح و سیر کی اور ان کے بارے میں معلومات لیں۔

شادی

علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کو محدث العصر حافظ محمد گوندلوی نے اپنی بیٹی کا رشتہ دیا جو قرآن کی حافظہ اور دینی علوم کی عالمہ اور پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے تھیں۔ نہایت عابدہ زاہدہ صالحہ صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں اللہ تعالیٰ نے علامہ صاحب کو تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں عنایت فرمائیں بیٹوں کے نام یہ ہیں: ۱۔ ابتسام الٰہی ظہیر ۲۔ احتشام الٰہی ظہیر ۳۔ معتصم الٰہی ظہیر

علامہ صاحبؒ کے چار بھائی اور تھے۔

۱۔ ڈاکٹر فضل الٰہی جنھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے علوم دین کی سند فراغت حاصل کی۔ مدینہ یونیورسٹی سے ایم۔اے کی ڈگری لی، پی۔ایچ۔ڈی (ڈاکٹریٹ) بھی کرلی۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انتہائی نیک انسان ہیں آجکل ریاض یونیورسٹی سعودیہ میں ممتاز اسکالر کے طور پر پروفیسر ہیں ۲۔ محبوب الٰہی، یہ انتہائی دیندار، امانتدار شخص ہیں کپڑے کے بہت بڑے تاجر ہیں۔

۳۔ شکور الٰہی۔ حافظ قرآن میٹرک پاس گوجرانوالہ میں کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں۔ ۴۔

عابد الٰہی، حافظ قرآن اور بی۔اے کرنے کے بعد سعودی عرب میں ایم۔اے کیا پی۔ایچ۔ڈی کی کوشش کے ساتھ ساتھ کتابوں کی تجارت کا کام شروع کیا۔

علامہ صاحبؒ نے جب سے قرآن حفظ کیا تھا اسی وقت سے لے کر زندگی کے آخر تک ہر سال رمضان المبارک میں سناتے تھے ماسوائے اس سال کے جو انہوں نے رمضان المبارک جیل میں گزارا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے جامعہ اسلامیہ میں آٹھ سال کا کورس چھ سال میں مکمل کیا اور انہیں جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا۔ نحو، منطق، فلسفہ، گرائمر، اصول حدیث، صرف، اصول تفسیر، بلاغت، ومعانی میں ایک ایک کتاب زبانی یاد تھی۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے ایل۔ایل۔بی۔ کی ڈگری کراچی یونیورسٹی سے حاصل کی۔

تصنیفات

حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ چونکہ ایک بلند پایہ مصنف تھے لہٰذا انہوں نے 23 کے قریب، اردو، عربی، انگلش، فارسی، اور دیگر زبانوں میں کتابیں لکھیں خصوصاً فرق وادیان، مذاہب وملل پر لکھا ان تصنیفات نے عالمی شہرت پائی۔ علامہ صاحبؒ چونکہ ایم۔اے عربی، ایم۔اے اردو، ایم۔اے فارسی، ایم۔اے انگلش، تھے لہٰذا وہ ہر زبان کو تحریر وتقریر میں اس طرح استعمال کرتے گویا ان کی مادری زبان یہی ہے۔

ادارہ ترجمان السنۃ

ان کتابوں کی اشاعت کیلئے اسکا آغاز کیا جس کی پہلی کتاب (کتاب الوسیلہ لابن تیمیہؒ) علامہ صاحبؒ کے ترجمہ سے شائع ہوئی اس کام کیلئے مارچ 1987ء کے شروع میں سپیشل 22 لاکھ کا جدید ترین کمپیوٹر پرنٹر باہر سے لائے تھے اس کیلئے اپنے پرسنل سیکرٹری پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقبؒ کو ریاض میں ڈیڑھ ماہ ٹریننگ بھی دلوا چکے تھے (وہ اب شہید ہو چکے ہیں)

مسجد چینیانوالی میں خطابت کا آغاز

یہ مسجد کوچہ چابک سواراں اندرون کشمیری بازار لاہور میں واقع ہے۔ جو کہ ایک پرانی تاریخی مسجد ہے۔ شاید کہ عالم گیر اور وزیر خان مسجد سے بھی قدیم وعظیم ہے۔ علامہ صاحب نے 1968ء سے اس مسجد میں خطابت کا آغاز کیا جو ماہ شہادت 20 مارچ 1987ء تک جاری رہا۔ جبکہ اس سے قبل مندرجہ ذیل شخصیات اور برصغیر کے مشہور ومعروف خطباء اس کو شرف خطابت بخش چکے تھے۔ مولانا عبداللہ غزنوی، عبدالواحد غزنوی، حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری، مولانا محمد علی لکھوی، سید داؤد غزنویؒ، محمد اسحاق رحمانی کسی دور میں مسجد کا ہال بھی نہ بھرتا تھا۔ علامہؒ کے دورِ خطابت میں ٹوٹیوں پر بھی جگہ نہ ملتی لوگ صبح آٹھ نو بجے آنا شروع ہو جاتے تا کہ ہال میں جگہ مل سکے۔ مسجد چینیانوالی میں علامہ صاحبؒ نے اعلان کیا کہ یہ مسجد تنگیِ داماں کا شکوہ کرتی ہے لہٰذا میں 53 لارنس روڈ لاہور مرکز اہلحدیث میں ساتھیوں کے مشورے سے خطبہ جمعہ کا آغاز کر رہا ہوں اس چینیانوالی مسجد میں میرا آج کا یہ آخری خطبہ ہے۔ آئندہ سے خطبہ جمعۃ المبارک وہاں ہوا کرے گا۔ لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا چینیانوالی مسجد کا آخری خطبہ زندگی کا آخری خطبہ بن گیا۔

علامہ صاحب میدان صحافت میں

علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ ایک کامیاب اور صحافت کے میدان میں ایک بہت زبردست صاحبِ قلم آدمی تھے۔ چنانچہ وہ مختلف اوقات میں مندرجہ ذیل اخبارات سے وابستہ رہے۔ ماہنامہ ترجمان الحدیث کے مدیر رہے، ہفت روزہ اہلحدیث کے بھی چیف ایڈیٹر رہے، الاعتصام کی ادارت بھی کی جس کا آغاز 1948ء کو ہوا تھا۔

عبادت الٰہی کا شوق

علامہ صاحبؒ ایک بہت نیک دل انسان تھے۔ اگرچہ وہ سیاسی لیڈر، مصنف، خطیب، ادیب، تھے لیکن انتہائی عبادت گزار انسان تھے وہ علمی اعتبار سے جدید وسعت علمی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ لیکن عمل وعبادت میں اسلاف کی زندہ روایت وتصویر تھے۔ خشیت الٰہی، تقویٰ و پرہیزگاری ان کا لباس تھا۔ دعا کرتے تو للّٰہیت کا یہ عالم تھا کہ گھنٹہ گھنٹہ ہاتھ اٹھائے رکھتے اور توبہ واستغفار کرتے رہتے۔

تاریخ پاکستان میں جن نامور شخصیات نے سیاسی، مذہبی یا دیگر فیلڈز میں جو کردار ادا کیا ان میں سے ایک قدآور شخصیت قائد ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کی ہے وہ ہر میدان میں ملک کیلئے کوشش کرنے والے کارواں کے سرخیل نظر آتے ہیں۔

کہیں سیاسی میدان میں آمریت جیسے گھناؤنے جرم کیخلاف کہ جس سے قوموں کا حقِ آزادی اظہار سلب ہوتا ہے اور کہیں مذہبی حوالے سے شریعت بل جیسے ملک کو گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈالنے والے سازش کے خلاف مورچہ لگائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ غرضیکہ وہ ملک کو نقصان دینے والی ہر پلاننگ پر گہری نظر رکھتے ہوئے اس کے خلاف سخت ایکشن کرتے تھے اور ان کی ہٹ برداشت سے باہر ہوتی تھی اور ان کی گرفت غلط پالیسی سازوں کو اپنی پالیسی تبدیل کرنے پر مجبور کر دیتی تھی شریعت بل کا مسئلہ اس کی واضح دلیل ہے کہ جس میں ضیاء الحق جیسے حکمران سمیت پورے ملک کے کرتا دھرتا لوگوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا تھا لیکن چونکہ علامہ شہیدؒ اس بل پر مرتب ہونے والے نقصانات سے واقف تھے کہ اس سے مذہبی حلقہ کے لوگ فسادات کی بھینٹ چڑھ جائیں گے اور ملک کا امن برباد ہو جائے گا اس لئے وہ ڈٹے رہے یہاں تک کہ وہ اپنے اس مشن میں کامیاب ہو گئے اور ملک کو ایک بہت بڑے حادثے سے بچالیا آخر وہ ایسا کیوں نہ کرتے کہ شہیدؒ کو اپنے وطن پاکستان سے جنون کی حد تک پیار تھا وہ کسی صورت بھی ملک میں بدامنی کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے کہ جس سے ملک پاکستان کی ساکھ مجروح ہو اگر میرے نزدیک عشق جائز ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ شہیدؒ کو وطن عزیز پاکستان سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ ان کی وطن دوستی کا اندازہ لگانے کیلئے صرف اتنی بات ہی کافی ہے کہ جب صدر صدام حسین صدر عراق نے علامہ صاحبؒ کو

ایک معرکۃ الآراء تقریر سے متاثر ہوکر پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے انہیں عراقی شہریت پیش کی اور بڑے بڑے سرکاری مناصب کی پیشکش کرتے ہوئے کہا کہ جناب تقریر کی تاثیر کے اسیر کی التجاء ہے کہ آپ ہمارے ملک کو ہمیشگی کا شرف بخشیں تو مرحوم نے مسکرا کر جواب دیا آپ کا بہت شکریہ" میں اپنے وطن پر کسی ملک کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا" آپ جب یاد فرمائیں گے میں حاضر ہو جاؤں گا۔

(بحوالہ علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک عہد ایک تحریک از قاضی اسلم سیف صفحہ 107)

اس بات سے آپ شیخ احسان الٰہی ظہیرؒ کی وطن دوستی کا اندازہ لگا سکتے ہیں شاید کہ پاکستانی تاریخ میں یہ الفاظ آج تک کسی نے اتنی بڑی پیشکش کے بعد نہ کہے ہوں" یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا" ورنہ ہماری قوم بقول ایک امریکی باشندہ کے کہ جب ایمل کانسی کی گرفتاری کروائی تو اس نے کہا کہ پاکستانی قوم پیسے کی خاطر اپنی ماں کو بھی بیچ سکتی ہے۔ اس طرح جب انہیں انٹرنیشنل یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ فراغت کے بعد تدریس کی پیشکش خود مفتی اعظم سعودی عرب شیخ ابن بازؒ نے کی تو انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا "سب سے پہلے پاکستان" مجھے اپنے وطن ہی جانا ہے، یہ ہے ان کی پاکستان سے محبت باوجود اس بات کے کہ وہ جانتے تھے کہ جتنی آفریں (آفرز) مجھے یہاں مل رہی ہیں اتنی ہی مجھے پاکستان میں آفتیں ملیں گے، وطن عزیز جب مشرقی و مغربی تقسیم

کا شکار ہوا تو ان کا سوگ اس انداز میں تھا "اج ہماری اٹھی ہوئی گردنیں جھک گئیں ہیں آج ہمارے تنے ہوئے سینے سکڑ گئے ہیں، اج ہماری آوازیں کجلا گئی ہیں، اج ہماری روحیں مرجھا گئی ہیں، آج ہمارے دل بیٹھ گئے ہیں، آج ہمارے اعصاب ٹوٹ گئے ہیں، آج ہمارے سینے چھلنی ہو گئے ہیں، آج ہمارے دل زخمی ہو گئے ہیں، آج ہم پر جو گزری ہے نہ آسمان اس کو جان سکتا ہے نہ زمین اس کو محسوس کر سکتی ہے اور کہا" کعبے کے رب کی قسم میرا بچہ بھی مر جاتا کٹ جاتا تو مجھے اتنا صدمہ نہ ہوتا آج ہم کیوں زندہ ہیں آج سے پہلے ہی مر چکے ہوتے تو اچھا ہوتا" اس قسم کے الفاظ اس وقت سے آج تک اس سانحہ پر کسی حکمران نے کہے نہ کسی مذہبی و فوجی و سیاسی لیڈر نے کہے حالانکہ ذمہ دار وقت کے حکمران فوجی و جرنیل تھے اس واقعہ سے علامہؒ صاحب کی وطن دوستی بالکل آشکارا ہو جاتی ہے۔

(ماخوذ از روزنامہ خبریں 29 مارچ ہفتہ 1997)

جو آدمی اپنے دل کی خصوصی مراد (بیٹے) سے زیادہ وطن کی محبت میں سرشار ہے خود ہی سوچ لیں کہ وہ اپنے وطن کو سنوارنے اس کے وقار کو بلند کرنے اور استحکام پاکستان کیا کچھ نہ کر گزرے گا۔ علامہ شہیدؒ نے ایسا ہی کیا لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا ہی پاکستان کو سنوارنے اس کی پالیسیوں کو صحیح سمت چلانے اور اسکا رخ ایک محبوب و مطلوب مستقبل کی طرف موڑنے کیلئے کیا تھا لیکن زیادہ موقع اس لئے نہ دیا کہ شاید رب تعالیٰ کو ہمارا

امتحان مقصود تھا اگر آج علامہ شہیدؒ موجود ہوتے تو ہماری سیاست کا یہ انداز نہ ہوتا کہ اپنوں کی نظر غضب اور غیروں سے وفا۔ علامہ شہیدؒ نے تاریخ پاکستان میں اپنا کردار ادا کرنے کیلئے باضابطہ طور پر اس کا آغاز 1968 میں اپنے خطبہ عید الفطر منٹو پارک لاہور سے کیا خطبہ کیا تھا۔ ملک کے اندر چوروں کرپٹ سیاستدانوں اور بلیک میلنگ والوں کیلئے موت کا پیغام اور بجلی کا کڑکا تھا۔ بس پھر اس کے بعد کیا تھا، علامہ صاحب تھے، حکمران تھے، جیلیں تھیں، ڈر تھا، گرفت تھی، شہیدؒ کے دور کا کوئی حکمران ایسا نہیں جس نے آپؒ کو آزمائش میں نہ ڈالا ہو لیکن ایک آپؒ تھے کہ

وہ جبر کے مقابل بھرتا گیا
اس کو جتنا دبایا ابھرتا گیا

ہم جیئے تو کچھ ایسی ادا سے جیئے، دشمنوں سے نگاہیں ملا کے جیئے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے شہید ملت نے اس کے بعد باقاعدہ پاکستان کی باڈی کو سنوارنے نکھارنے کیلئے کوششیں تیز کر دیں اس دوران ایوب خان سے پالا پڑا پھر یحییٰ خان سے بھی نبرد آزما ہوئے ہمیشہ استقامت کی چٹان کا کردار ادا کیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعے حکومت وقت کی بداعمالیوں پر سخت ترین گرفت کی اس کے عوض علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ پر مقدمات کی بوچھاڑ ہوئی لیکن پاکستان کیلئے لڑنے والا اللہ کا یہ بندہ اپنا کردار ادا کرنے کیلئے اور زیادہ کوشاں و فعال ہو گیا بقول خود شہیدؒ کے "جیسے مقدمات بنتے گئے میرا سیاست کا شوق کندن ہوتا رہا"۔ (انٹرویو علامہ صاحب)

بھٹو جیسے ظالم و جابر ڈکٹیٹر کے دور میں جب بنگلہ دیش منظور کا اعلان ہوا تو حبِ وطن کے جذبے سے سرشار اہل خرد اس کو کس طرح برداشت کرتے ہوئے خاموش رہ سکتے تھے چنانچہ ان سپوتوں میں ایک شخصیت حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کی تھی وہ اس تحریک میں صف اول کے مردمیدان ہوئے جس کے بدلے آپ کو سخت مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا، بھٹو جیسا آدمی یہ کس طرح برداشت کر سکتا تھا کہ ایک انسان اس کے خلاف اسقدر آزادی سے اپنے خیالات کا اظہار کرے اور اس کیلئے چیلنج بنے اس لئے کہ علامہ مرحومؒ نے بنگلہ دیش نامنظور تحریک میں جان پیدا کر دی تھی اور بھٹو کے خلاف لوگوں کے دلوں میں ایک آگ پیدا کر رکھی تھی چنانچہ وہی ہوا جو ایک بہت سخت ترین دشمن اپنے مد مقابل پر غلبہ رکھنے کے بعد کر سکتا تھا لیکن یہ چیز شہید اسلامؒ کے دل سے اس رنگ کو اتار نہ سکی جو وطن عزیز اور اسلامی قوم کیلئے جذبہ خیر خواہی رکھنے کیوجہ سے چڑھا ہوا تھا وہ بحیثیت ناقدِ حکومت جہاں بھی جاتے اللہ کی مرضی (جتنا آدمی بڑا اتنی آزمائش بڑی) کے مطابق ایک مقدمہ لازماً ان کے ساتھ ان کے گھر کی راہ لیتا لیکن وہ اپنے ارادے کو ترک کرنے والے ہی نہ تھے کہ جھک جاتے اور کمال یہ کہ آپ نے اس وقت یہ کارنامہ سرانجام دیا جبکہ پشت پہ کوئی سیاسی جماعت بھی نہ تھی فقط اللہ کے سہارے احمد بن حنبلؒ کی سیرت کو زندہ کرتے رہے تاریخ کا پرانا رشتہ جوڑتے رہے پھر حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریک استقلال

میں شامل ہو گئے جس کا سربراہ اصغر خان تھا تحریک میں شامل کیا ہوئے، اس کو چار چاند لگا دیئے۔

حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ دیکھتے جو تحریک بھی ملک کی بقاء و مفاد کی جنگ لڑ رہی ہے اسی اپنی خدمات پیش کرتے اور اس میں بھرپور کردار ادا کرتے اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس تحریک کو کامیاب کرانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے جب تحریک ختم نبوت 1977ء میں چلی تو آپ نے قلم و زبان کے دونوں ہتھیاروں سے دشمن کو بری طرح زچ کیا اور حکومت کو مجبور کر دیا کہ وہ مرزائیوں کو کافر و اقلیت قرار دے بالآخر وہ اس میں کامیاب ہوئے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ ایک نڈر بیباک بے خوف اور شجاع و دلیر، جراتمند، باہمت، بلند حوصلہ، مخلص، جفاکش محنتی اور حق گو انسان تھے اس لئے مجلس و محفل، سیاسی و مذہبی ہو وہ ہمیشہ تعصب و طرف داری سے ہٹ کر حق و سچ کی حمایت کرتے تھے۔ اور خدا لگتی بات کہتے تھے، اور یہ شعار ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ وہ عارضی طور پر لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کے قطعاً عادی نہ تھے بلکہ وہ اپنی پالیسیاں اپناتے وقت ان میں مستقبل کا رنگ بھرنے کیلئے اور انہیں مستقبل میں نتیجہ خیز بنانے کیلئے دلائل و براہین کی مکمل قوت کے ساتھ ان کی بنیادوں کو پختگی سے کھڑا کرتے تھے کمزور بے دلیل بے ڈھنگی بات کہنا ان کا شیوہ نہ تھا اگر دعویٰ سیاسی ہو تو اس کو ثابت کرنے کیلئے سیاسی بیانات اور اخبار و رسائل جرائد و ماہناموں کو کھنگالتے تھے اور اگر گفتگو مذہبی لیبل پہ ہو تو شہید

مرحوم خالص کتاب وسنت میں سے دلائل پیش کرتے۔ اور سامعین کو اس پر مکمل بریفنگ دیتے اور وہ اپنے دعویٰ کو باور کرانے کیلئے مخالفت فریق کی کتابوں کو اس طرح پیش کرتے گویا کہ علامہؒ ان کے حافظ ہیں۔ فرق کے سلسلے میں آج تک اتنی معلومات کسی نے بھی فراہم نہیں کیں جتنی معلومات قائد مرحوم نے فراہم کیں۔ عوام الناس کیساتھ ساتھ وہ فرق پر علماء کے بھی خاص رہنما تھے۔ فرق پر ان کی تصنیفات اس بات کا منہ بولتا ثبوت اور واضح دلیل ہیں۔ سیرت ہو یا سیاست، مذہب ہو یا تاریخ، تفسیر ہو یا ادیان باطلہ ہوں یا کسی شخصیت کا تذکرہ ہو، علامہؒ اس پر کچھ کہہ رہے ہوں تو محسوس ہوتا تھا کہ وہ فقط اسی فن کے ہی سپیشلسٹ ہیں۔ ساری عمر اسی میں ہی مہارت حاصل کی ہے اور اسی میدان کے ہی شہسوار ہیں ایک خوبی جو علامہؒ صاحب کا ہی حصہ تھی کہ وہ جب بھی کسی مسئلہ پر گرفت وتنقید کرتے تو ہمیشہ ان کی تنقید تربیتی و اصلاحی ہوتی تھی نہ کہ تخریبی و تسادی۔ اور ان کا انداز خدمت اسلام ہمیشہ فکری رہا ہے۔ انہوں نے قاتلانہ تنظیم نہیں بنائی، کسی مسلک و پارٹی کے خلاف اسلحہ استعمال نہیں کیا۔ یہی بات ہے کہ ان کے نام پہ کبھی بھی اسلام اور دین کو بدنامی وتنقید کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اور ایسا وہ کر بھی کیسے سکتے تھے جب کہ وہ انتہائی مخلص سنجیدہ سلجھے ہوئے باوقار آدمی تھے خود فرمایا کرتے تھے۔ اختلافات ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں، سگے بھائیوں میں بھی ہو جاتا ہے ہم کسی کو برا نہیں کہتے۔

(اقتباس از خطاب کاموکی)

انہیں نفرت ذاتوں سے نہ تھی بلکہ غلط باتوں سے تھی وہ انسان دوست آدمی تھے انسانیت کا انتہائی پاس رکھنے والے تھے انہیں انسانوں سے نہیں بلکہ ان کے جرائم سے نفرت تھی۔ جب کہ ہماری بعض مذہبی تنظیمیں ان کے لیڈروں کی غلط گائیڈنگ سے فسادات وبدامنی پھیلا کر اسلام کے چہرے پر بدنما داغ بنیں وہ کسی قسم کے فسادات کے حامی نہ تھے بلکہ جب **1973**ء میں بعض ناعاقبت اندیش حکمرانوں نے کہ جنہیں صرف اقتدار پیارا تھا نہ کہ ملک و پاکستانی قوم۔ سندھ میں اپنا سکہ جمانے کیلئے وفاقی حکومت نے اپنے تشخص ابھارنے کیلئے فسادات کروا ڈالے۔ تو علامہؒ بہت رنجیدہ ہوئے۔ کیونکہ یہ فسادات محض لسانیت کی بنیاد پر تھے اور ان میں ہیرو کا کردار ممتاز علی بھٹو نے ادا کیا۔ جس کے اقتدار واختیار کا وہاں غلغلہ تھا۔ ان فسادات کا نشانہ وہدف اکثر دیہات تھے۔ شہر تو خیر کچھ قدرے ان سے محفوظ رہے لیکن دیہاتوں میں غیر سندھی مسلمان خون وکشت کی وادیوں مین دھکیل دیئے گئے۔ زخمیوں کی تعداد ایک جم غفیر کا سماں پیش کرتی تھی۔ کئی ایک مکانات ودوکانات آگ کی نظر ہوئے، جانی و مالی نقصانات رلا دینے والی صورت پیدا کر رہا تھا۔ آخر کار محبان وطن کو سخت ذہنی کوفت ہوئی۔ فوراً حالات کو کنٹرول کرنے کیلئے ایک وفد اور ساری صورتحال کا جائزہ لینے کیلئے بھٹو شاہی کو للکارتے ہوئے ملکی حالات کو صحیح سمت چلانے کیلئے سندھ پہنچا۔ اس وفد میں نواب زادہ نصر اللہ خان کے ساتھ سب سے قد آور شخصیت علامہ احسان الٰہی ظہیر کی تھی۔ شہید ملت نے بھٹو چنگیزی کے خلاف للکارنے جلد ہی سندھ کے حالات کا رخ چینج کر لیا۔ اور اس عظیم سیاستدان باتدبیر انسان کی پر تاثیر تقریروں نے اس لاوے کو ٹھنڈا کر دیا۔ اور پھر کیا تھا کہ لوگ مختلف مقامات پر علامہ احسان الٰہی ظہیر کی گفتگو کو سننے کیلئے غول در غول دیوانہ وار کھنچے چلے آتے تھے۔ اسی موقع پر علامہؒ نے فرمایا کہ میں پنجاب سے حق کی آواز بن کر آیا ہوں۔ باب اسلام سندھ میں ممتاز بھٹو کی سیاسی خباثت، لسانی سازش، اور جبر وتشدد کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا، چنانچہ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ اور ان کے سیاسی رفقاء کا یہ ہفت روزہ دورہ سندھ کے حالات کو راہ راست پر لانے کیلئے بہت معاون ثابت ہوا اور راہیں ہموار ہو گئیں، مطلع صاف ہو گیا۔ (از علامہ احسان الٰہی ظہیر، ایک عہد ایک تحریک از قاضی اسلم سیف صفحہ **126**)

جو آدمی سندھ کیلئے بحیثیت پاکستانی اس قدر محب واصلاح کا جذبہ رکھتا تھا وہ پنجاب کے معاملہ میں کس سیڑھی پر ہو گا؟ چنانچہ جب بھٹو نے تعصب سے کام لیتے ہوئے سندھی ہونے کے ناطے سے پنجاب کو سنجیدگی سے میز پر کم حیثیت کرنا چاہا اور بڑی سادگی کے ساتھ ثالثانہ کھیل کھیلتے ہوئے ایک کم صلاحیت قلیل علم نیم دانشور شخص غلام مصطفیٰ کھر کو اس کی گورنری کا عہد سونپ دیا۔ جب کہ اس سے قبل ہمیشہ پنجاب کو اس سے سینیئر گورنر ملتے رہے تھے۔ ظاہر بات ہے دنیا شعور کے نزدیک یہ

واضح طور پر ایک تذلیل و مذاق تھا۔ کھر نے بے اصول ہونے کے حوالے سے عوامی ہمدردی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خوب جبر و تشدد کی آگ بھڑکائی۔ حق دار کو حق دینا، عدل و انصاف کرنا، یہ چیزیں امن و امان والی گٹھڑی میں ڈال کر تینوں کو پنجاب سے دیس نکالا دے رکھا تھا۔ اور کسی قسم کا کوئی سیاسی و مذہبی لیڈر کچھ کہنے اور زبان کی بندش کو کھولنے کی جرات نہ رکھتا تھا۔ کہ موت کے حالات منہ کھولے ہیبت لک کی آوازیں دے رہے تھے۔ جلتی آگ میں چھلانگ کون لگائے؟ آخر کار لکل فن رجال کے ماتحت اس فیلڈ کے شاہسوار مرد میدان بن کر خاموشی کو توڑتے ہوئے للکارتے، شیروں کی طرح دھاڑتے میدان میں اترے۔ بارش کا پہلا قطرہ آغا شورش کاشمیری بنے۔ حکمرانوں کو پہلا تنقیدی پتھر انہوں نے دے مارا۔ ان کے ہمراہ علامہ احسان الٰہی ظہیر نے آواز بغاوت بلند کی۔ راولپنڈی، لاہور، گوجرانوالہ، ملتان، فیصل آباد، بہاولپور، وہاڑی، بوریوالہ، میاں چنوں، خانیوال، وغیرہ میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کی ولولہ انگیز تقریروں، جرات انگیز ایمان دولت سے لبریز روح پرور خطابات نے غلام مصطفیٰ کھر کی کرسی اقتدار کے چولیں ہلا دیں۔ معاوضہ میں کھر نے علامہ صاحب کو تیرہ چودہ مقدمات وکیسز تحفہ میں دیئے۔ ان میں سے ایک مقدمہ قتل کا بھی تھا۔ لیکن کھر کی کوئی دھمکی جلیل علامہ احسان الٰہی ظہیر کو نہ ڈرا سکی، نہ دھمکا سکی، نہ جھکا سکی، اور نہ ہی کوئی پیشکش طمع و لالچ ان کے قدموں کو ڈگمگا سکی۔ آخر کار پنجاب کے صفحہ گورنری سے غلام مصطفیٰ کھر کو اپنا نام آپ مٹانے پر مجبور کیا۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ بڑی بیباکی و بے خوفی سے ہر اس قدم پر تلوار سونتے کھڑے تھے جو ملک میں سیکولرازم، سوشلزم اور لادینیت کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ غلبہ اسلامی کے داعی اور ملک میں تنفیذ قانون اسلامی کے زبردست حامی تھے اس لئے وہ اکثر حکمرانوں کا ٹارگٹ رہے ورنہ اگر وہ چاہتے تو اس ملک میں بڑی بڑی وزارتوں کے عہدہ و منصب، پیشکشیں ان کیلئے پر پھیلائے کھڑی تھیں۔ لیکن نگاہ فقیری میں سکندری کیا ہے۔ وہ اس روزی کو لعنت سمجھتے تھے جس سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کے تمام حالات زندگی پڑھنے، ان کی خدمات کو دیکھنے اور ان کی سوانح عمری پر نظر ڈالنے کے بعد ایک سوال فوراً ذہن کے اندر جنم لیتا ہے اور ابھرتا کہ وہ نہ کسی وزارت کے طلبگار تھے بلکہ مولانا کوثر نیازی کے لالچ دینے پر فرمایا کہ نیازی صاحب افسوس کہ آپ نے مجھے پڑھا ہی نہیں، احمد بن حنبلؒ کا وارث ابن تیمیہؒ کا فرزند، سید احمد و سید اسماعیل کا جانشین کتنا جانتا ہے جھکنا نہیں۔ نہ ہی وہ دولت کے پجاری تھے کہ اکٹھا کرنا چاہتے ہوں، اور نہ جائیداد و جاگیر کے دلدادہ تھے۔ کہ اس کا حصول چاہتے ہوں، نہ شہرت کے حامی، کہ نام چاہتے ہوں، نہ کسی بادشاہ، حکمران کی خوشنودی کا شوق تھا نہ کسی عورت کے خواہاں تھے۔ بڑے آدمیوں کی ان میں سے ایک خواہش ضرور ہوتی ہے کہ علامہ تو ہسپتال میں آنے والی بے نظیر بھٹو کو بھی ملنے کی اجازت نہ دیں۔ پھر آخر کیا وجہ تھی جیلیں کاٹیں، بلکہ بقول سید عطاء اللہ شاہ بخاری آدھی زندگی جیل میں کاٹی آدھی ریل میں۔ مقدمات کا بوجھ کیوں اٹھایا؟ اذیتیں برداشت کیوں کیں؟ اپنوں بیگانوں سے مشکلات کے نظرانے وصول کیوں کئے؟ ماریں کیوں کھائیں؟ جائیداد ضبط کیوں کروائی؟ قاتلانہ حملوں کا سامنا کیوں کیا؟ گرفتاریاں کیوں ہوئیں؟ اڑتالیس گھنٹے روزے کی حالت میں پابند سلاسل کیوں ہوئے؟ بارہا اپنا جسم کیوں پٹوایا؟ بیڑیاں برداشت کیوں کیں؟ پابندیوں کا منحوس چہرہ کیوں دیکھنا پڑا؟ صرف اس لئے کہ وہ اپنے ملک پاکستان میں اسلامی قانون کی بالادستی چاہتے تھے۔ نفاذ اسلام کے داعی تھے۔ اس وطن عزیز کی فضاؤں کو قرآن و سنت کی خوشبو سے معطر دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ یہاں کسی حکمران کا نہیں بلکہ اللہ کا قانون رائج کرنا چاہتے تھے۔ وہ پسند کرتے تھے کہ اس بات کو کہ یہ ملک اسلام کا حقیقی قلعہ نظر آئے۔ پاکستان کی فضاؤں سے رسول عربی کے دیئے گئے نظام کی خوشبو آئے۔ چنانچہ وہ بڑے درد دل کے ساتھ یہ بات کہا کرتے تھے میرا وطن برکات اسلام سے محروم ہے۔ وہ شدت سے منتظر تھے کہ کس طرح سے وہ طریقہ ہاتھ لگے جس سے اسلام کا نفاذ آسان ہو جائے اسی اثناء میں مورخہ 6 جولائی 1977ء کو جنرل ضیاء الحق ذوالفقار علی بھٹو کو رخصت کر کے حکومت پر قبضہ کرلیا۔ چونکہ وہ ایک

مضبوط ترین جنرل و حاکم محسوس ہوتے تھے۔ اور اس پر مستزاد ضیاء الحق نے لوگوں کو جذبات و احساسات کو محسوس کرتے ہوئے انہیں اپنا ہمنوا بنانے کیلئے نفاذ اسلام کا خوش آئند اعلان بھی کر دیا تا کہ وہ اپنی کرسی مضبوط کر سکے اور لوگوں کی حمایت اسے حاصل ہو۔ ساتھ ہی بھٹو سمیت کئی اس کے سینئر وزیر اور قومی اتحاد کے لیڈر زیر حراست کیلئے نوے دن کے اندر الیکشن کا وعدہ کیا لوگ بھٹو سے تنگ پڑے ہوئے تھے انہوں نے ضیاء الحق کو نجات دہندہ کے طور پر اپنا محسن سمجھا لیکن لوگوں کو جب یہ چیزیں اعلانات عملاً مفقود نظر آنے لگے تو وہ مخالفت میں اٹھنا شروع ہوئے۔

ضیاء الحق چونکہ ایک چالباز انسان تھا، بہت چالاک جنرل تھے لہٰذا فوراً دو تین اعلانات اور کر دیئے کہ پہلے احتساب پھر انتخاب۔ ملک میں مکمل اسلامی نفاذ تا کہ مقاصد پاکستان حاصل ہوں اور تحریک آزادی کے سپوتوں کا 1947ء میں خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔ چنانچہ جنرل ضیاء الحق نے اس سے تین اہم مقاصد حاصل کئے۔ علماء کی بھاری اکثریت اس کی ہمنوا بن گئی، منبر و محراب اس کے حق میں گونجنے لگے۔ مکمل اسلامی نفاذ کے نعرے سے کون عقل مند سلیم الفطرت مسلمان لیڈر سیاسی یا مذہبی طور پر اس کی مخالفت کرے گا، بعض عرب ملکوں خصوصاً سعودی عرب کو اسلام کے نعرے سے مکمل اپنے لئے ہموار کر لیا جائے گا۔ اس سے معاشی و اقتصادی فوائد حاصل ہوں گے۔ ان مقاصد میں ضیاء الحق کافی بلکہ انتہائی کامیاب ہوئے، اس دور میں علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی اپنے ذاتی تعلقات کی بناء پر ضیاء الحق کے خاموش منتظر، عارضی ہمراہ ہو لئے۔ اور ضیاء الحق کے تعلقات دوستانہ علامہ صاحب کے ساتھ قابل رشک تھا، اور انتہائی خوشگوار تھا، اسی وجہ سے جنرل ضیاء الحق نے طائف اسلامی سربراہ کانفرنس میں علامہ صاحب کو اپنے ساتھ لیا، اور اپنا ترجمان کانفرنس بھی کانفرنس مین انہیں بنایا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنا قریب کیوں ہوئے؟ تو مختصر عرض ہے کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کا مقصد تھا کہ ضیاء الحق اسلام کا حامی ہے اس کی تائید کروں تا کہ ہمارے وطن عزیز پاکستان میں اللہ کا قانون، شریعت مطہر نافذ ہو جائے۔ اور یہی ان کا مطمع نظر تھا اس لئے ہمراہ ہوئے لیکن یہ خواہش و امید اپنی کامیابی کو پہنچتی ہوئی نظر نہ آئی اور ضیاء الحق کی مکاری و عیاری کھلنے لگی، اور علامہ صاحب اس کو بہت جلد بھانپ گئے اور فوراً ضیاء الحق سے قطع تعلق ہو گئے۔ اور ڈٹ کر کہا کہ شخص محض اسلام کے نام کا سہارا لیکر اپنے اقتدار کا طول چاہتا ہے، لوگوں کو اسلام کا جھانسہ دیکر اپنی کرسی کی مضبوطی کا خواہاں ہے۔ اسلام سے مخلص نہیں، اس لئے کہ اہلحدیث نہ کسی کا حلیف اقتدار اور نہ کسی کا حریف اقتدار ہے بلکہ اس کا ٹارگٹ نصب العین صرف یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اسی کا نظام نافذ ہو، اہلحدیث اس مشن کے حصول کیلئے اشخاص و افراد اور جماعتوں کے امتیاز کے بغیر جس نے بھی اسلامی نفاذ کا نعرہ لگایا اس کا پوری قوت سے ساتھ دیتے آئے ہیں۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی اہلحدیث کے فرزند جلیل تھے۔ اپنے عظیم اسلاف کے عظیم کردار سے اچھی طرح واقف تھے۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں وہ اپنے اسلاف کی تابندہ روایات کے مطابق محض اس خوش فہمی یا حسن ظن کی وجہ سے ضیاء الحق کے قریب ہوگئے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے میری خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے۔ اور ملک میں اسلام نافذ ہو جائے کیونکہ وہ جانتے تھے اگر یہ شخص مخلص ہو کر ایسا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے باقیوں کی نسبت مضبوط اور پاور فل ہے۔ جب عملی مشاہدات و ذاتی تجربات سے انہیں یقین ہو گیا کہ جنرل ضیاء الحق انتخابات و احتساب اسلامی نفاذ کا نعرہ محض منہ رکھتے ہیں دل مین اتارنے کو تیار نہیں یہ صرف سیاست کی زبان کا وعدہ ہے، تو علامہ احسان الٰہی ظہیر نے اس سے مکمل علیحدگی اختیار کر لی۔ اور اس کی تضاد بیانی، منافقت، دوغلی پالیسی، دھوکہ بازی کے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ رات دن وہ ضیاء الحق کی غلط پالیسیوں کی خوب خبر لیتے اور ضیاء الحق کو چیلنج کرتے ہوئے للکارتے بلکہ اپنی زندگی کا آخری خطاب بھی ضیاء الحق کی بیخ کنی کیلئے فرمایا اور کہا یہ شخص اللہ اور رسول کے نام پر دھوکہ دینے کے چکروں میں ہے۔ شہید ملت نے خوب اس میں ضیاء الحق کی خبر لی۔ ضیاء الحق نے پنجہ استبداد سے ملک و جمہوریت کو محفوظ کرنے اور بچانے کیلئے محب وطن سیاسی پارٹیوں نے اتحاد کر کے ایک محاذ بنا لیا اور ایم آر ڈی کے نام پر ایک گروپ تشکیل دیا اور اس کے سربراہی قائد

جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خان کو تفویض ہوئی ان کا جلسہ 14 اگست 1983ء کو ہونا تھا جس پر تحریک کا آغاز منحصر تھا تو ضیاء الحق نے 17 اگست 1983ء کو آئندہ انتخابات کے ٹائم ٹیبل کا اعلان کر دیا۔ تا کہ اس تحریک کو ثبوتاژ کیا جا سکے اس میں وہ کچھ قدرے کامیاب بھی ہوا کیونکہ اس کے ساتھ ہی بعض علماء کو دینی مدارس کی خدمت کے نام پر خطیر رقم دیکر انہیں ایم آر ڈی کی حمایت سے باز رکھا اور اپنا راستہ ہموار کرنے کیلئے ان کرایہ کے مولویوں سے فتوے لکھوائے جو سراسر ضیاء الحق کو امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین قرار دینے کا ترجمہ تھا۔ بہر حال تحریک آخر تحریک ہوتی ہے جو اپنے اثرات چھوڑتی ہے اور آگے بڑھتی ہے چنانچہ 1985ء میں اپنی مرضی کے انتخابات کروا کے دسمبر 1985ء کو مارشل لاء واپس لے لیا۔ اور فقط نام نہاد جمہوریت کا اعلان ہوا تو علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ ملک کی سیاسی جماعتوں سے کندھے سے کندھا ملا کر میدان عمل میں اترے اور حکمرانوں کو للکارا کہ یہ کیسی جمہوریت ہے کہ جس میں اسمبلی اپنے ایوان کا قائد منتخب نہیں کر سکتی۔ یہ کیسا جمہوری نظام ہے جس میں صوبائی و وفاقی وزراء کی نامزدگی ضیاء الحق کے حکم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ یہ صرف جمہوریت کا نام ہے بحالی والی کوئی بات نہیں۔ یہ ایک ایسا جمہوری نظام ہے کہ انتخابات تو غیر جماعتی بنیادوں پر کروائے جاتے ہیں لیکن اپنے اقتدار کے تحفظ کیلئے ان سیاسی مسافروں کو پلیٹ فارم مسلم لیگ کا مہیا کیا جاتا ہے ہمیں تو جماعت اسلامی کے دانشوروں پر حیرت ہے کہ اب تک جمہوریت کی رٹ لگاتے رہے آج ایک آمر وڈکٹیٹر کی گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے کیلئے اس کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ مسلم لیگ و جماعت اسلامی کے بارے جو خدشات علامہ صاحب کو تھے وہ بعد میں آنے والے حالات نے حرف بحرف سچ کر دکھلائے جس کے نتائج بڑے بھیانک نکلے ضیاء الحق نے ریفرنڈم اور ضیاء الحق کو مترادف قرار دیتے ہوئے ایک نیا سوچا سمجھا سیاسی ڈھونگ رچایا اس سیاست کو سب سے پہلے علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے بھانپتے ہوئے جمعیت اہلحدیث کے سٹیج سے بے نقاب کیا اس کا پول کھولا اور جمعیت کے پلیٹ فارم سے پرزور آواز میں اس کی تردید کی جب باقی کچھ سیاسی جماعتیں بھی ہمنوا ہو گئیں تو علامہ صاحبؒ نے اس کے نقصانات مستقبل میں اس کے خطرات و نتائج سے سب کو مکمل بریفنگ دیتے ہوئے آگاہ کیا۔ غرضیکہ علامہ صاحبؒ نے ہر دور میں باطل کو للکارا اور لٹا ڑا ملک دشمنوں کی خبر لی اور ان کو مکمل طور پر گائیڈ کرنے کی کوشش کی نہ کسی کی مخالفت و دشمنی دیکھی، نہ کسی کے بغض و کینہ کی پرواہ کی، نہ کسی کے حسد و نفرت کو مدِ نظر رکھا کہ وہ بیباک سیاسی جمہوری راہنما تھے اس کی کیونکر پرواہ کرتے ملک کی ہر انداز میں خدمت کی اس کے لئے ہمیشہ ترقی کے خواہاں رہے اس میں نفاذ اسلام کا جذبہ روز اول سے لیکر آخر دم تک بدستور قائم رہا اس میں کمی نہ آئی بلکہ آئے روز ایک نئے ولولے و جوش کیساتھ اس کا مطالبہ بڑھاتے چلے گئے اور زندگی کے آخری ایام میں تو خوب حکمرانوں کو خبردار کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اور ملکی تاریخ کو اس ہمدردی اور فکر سے سنوارنے کیلئے کوشاں و متفکر رہے کہ گویا پورے ملک کا سوال صرف میرے سے ہی کیا جائے گا وہ اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے اور اپنے لئے اسکو فریضہ جانتے تھے کہ جو صرف میں نے ہی ادا کرنا ہے۔ اور یہ بار گراں صرف ذات باری تعالیٰ نے میرے اوپر ہی ڈالا ہے۔ وہ عام سیاسی لیڈروں کی طرح مفادات کی جنگ نہ لڑتے تھے بلکہ للّٰہیت کے جذبے سے سرشار وہ اس سے صرف اللہ کی خوشنودگی کے طلبگار اور اسی کی بارگاہ میں سرخروئی چاہتے تھے۔ اسی وجہ سے اللہ نے پر تاثیر خطابت سے نواز رکھا تھا۔ دلوں کو موہ لیتے کیونکہ آواز ان کے دل سے نکلتی تھی۔ وہ جب میدان خطابت میں گرجتے تو لوگوں کی نگاہیں ان کا چہرہ تکتی رہتیں۔ اسٹیج پر بیٹھے ہوتے لوگوں کی نظروں کا مرکز بن جاتے۔ ان کی شخصیت پر وقار لوگوں کیلئے ایک محور ہوتی ان کی تقریر کے بعد کوئی آواز اچھی نہ لگتی ایک مرتبہ بابائے جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خان کو مفتی محمود احمد صاحبؒ نے کہا کہ آپ ہم سے پہلے علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کو کم عمر سمجھ کر ٹائم دے دیتے ہیں۔ صورت حال بالکہ حقیقت حال یہ ہے کہ علامہ صاحبؒ کے بعد ہمیں کوئی سننے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ سامعین جم کر نہیں بیٹھتے رنگ محفل اجڑ جاتا ہے۔ اس لئے آپ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کو آخری ٹائم دیا کریں۔

(از علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک عہد ایک تحریک، مصنف

قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری صفحہ 212)

ان کی تقریر پر تاثیر کا عالم یہ تھا کہ آغا عبدالکریم شورش کاشمیری جیسا عظیم مقرر کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بعد لوگ جس کی خطابت کے انداز کو معشوق و محبوب کی طرح سراہتے و پوجتے تھے نے علامہ صاحبؒ کی لاہور میں اقبال پارک کا پہلا سیاسی خطبہ و تقریر سن کر کہا تھا کہ میں فن خطابت پر دسترس رکھتا ہوں لیکن ایک بات یقین سے کہتا ہوں کہ اگر تم آئندہ خطابت ترک کر دو تو بھی تمہاری اس تقریر کے سبب تمہارا شمار برصغیر کے چند بڑے خطیبوں میں کیا جا سکتا ہے (ماخوذ از روزنامہ خبریں 29 مارچ 1997ء) ان کی ذات پر تذکرہ کرتے ہوئے ان کے صحافی دوست خوشنود علی خان نے کہا تھا کہ ''آج اگر پاکستان میں خطابت کی تعلیم کیلئے کوئی کالج کھلے تو علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کی تقاریر سنوانے کے بغیر تعلیم مکمل نہ ہو سکے گی۔ لہٰذا وہ میرا مشورہ ہے کہ حکومت یا کوئی دوسرا ادارہ ان کے خطبات کا مکمل ریکارڈ حاصل کر کے محفوظ کر لے تو اس سے بڑی خدمت اور کوئی نہیں ہوگی''۔ ایک مرتبہ جب انہوں نے صدر صدام حسین کی خصوصی دعوت پر کہ جب اس نے عالم اسلام کے علماء کو بلایا تو صدر عراق کی دعوت پر تقریر کی عربی لب و لہجہ اور علامہ صاحبؒ کی خوب ہم آہنگی تھی۔ چنانچہ علامہ مرحوم نے کچھ اس انداز کا رنگ اٹھایا کہ کانفرنس ہال میں محسوس ہوتا تھا کہ سامعین نہیں بلکہ نوحہ گر جمع ہیں۔ کوئی آنکھ نہیں جس کی پلک سے آنسو نہ چھلکتے حال خود صدام حسین کی انکھیں بھیگ گئیں۔ اختتامِ تقریر پر علامہ صاحب کو گلے لگایا پیشانی کو بوسہ دیا مرید کے آداب بجالایا کہ جو انداز عقیدت مند ہوتا ہے بعینہٖ اسی طرح کا ایک واقعہ سعودی عرب میں بھی زمانۂ طالبعلمی میں پیش آیا جب انہوں نے مسجد نبوی ﷺ میں تقریر کی مجمع پہ دوران تقریر اس طرح چھا گئے اور مجمع اس طرح جم گیا کہ گویا سروں پہ پرندے ہیں اور آہوں سسکیوں کی آوازیں اٹھیں اختتام تقریر پہ ایک وجیہ چہرے والا عرب شخص آیا ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا آپ کہاں سے؟ علامہ صاحب نے جواب دیا کہ پاکستان سے اس نے حیرانی سے پوچھا پاکستانی؟ جی ہاں علامہ شہید نے جواباً کہا وہ علامہ صاحب کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بولے پاکستانی ایسے ہی باکمال ہوتے ہیں جوان لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں عرب کا سب سے بڑا خطیب ہوں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم مجھ سے بھی بڑے خطیب ہو۔ علامہ صاحب نے بیرون ملک بھی پاکستان کا نام و وقار بلند کیا۔ تاریخ پاکستان پہ ایک بہت بڑا احسان یہ بھی کیا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے اس کو وہ دن بھی دکھلائے جو کوئی بہادر پہلے نہ دکھلا سکا۔ بلکہ اس بات کو امتیاز علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے نام سے خصوصیت علامہ ظہیر کا نام دینا چاہئے کہ جب تحریک نظام مصطفیٰ کے سلسلے میں جلوس نکالا جب لاہور میں نکالا گیا یہ جلوس مال روڈ پر پہنچا تو پولیس نے ایک سرخ رنگ کی لکیر لگا رکھی تھی اور کہا جو اس لائن سے آگے گزرے گا گولی اس کا مقدر ہے۔ ہم فوراً گولی ماردیں گے کوئی انتظار نہ ہوگا اب قیادت جلوس علامہ احسان الٰہی ظہیر کو تفویض کر دی تھی چنانچہ وہاں پہنچ کر باقی اپنی اپنی جماعتوں کی قیادت کرنے والے لیڈر پیچھے کا رخ کرنے لگے تو علامہ صاحب نے اپنے گریبان کو پھاڑتے ہوئے کہا جرات ہے تو اس سینے میں گولی مارو میں اس لائن کر کراس کرتا ہوں ہم نے آگے بڑھنا سیکھا ہے پیچھے ہٹنا نہیں سیکھا اور پھر کسی کو جرات نہ ہوئی کہ جلوس کو روک سکے گا یوں علامہ صاحب نے بہادری اور جرات کے ساتھ جلوس کو منزل مقصود تک پہنچایا۔

بقول شخصے

حق کی خاطر وہ لڑتا رہا عمر بھر
وہ گرجتا رہا کفر کے سینوں پر

حق بات یہ ہے کہ علامہ صاحب کے بارے میں جرات مند دلیر شجاع بے باک نڈر یہ لفظ محض ایک رٹی ہوئی عبارت نہیں جو لکھ دی جاتی ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے جو اصل معنی کی عکاسی کرتی ہے اور علامہ صاحب کی شخصیت کا جزو ہے۔ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کے بارے یہ بات بالکل ایک عیاں حقیقت ہے کہ پاکستانی تاریخ میں محب وطن کے نام لیوا لوگ اپنے مفادات کے تحفظ و حصول کیلئے لڑتے یا تو مفاد ملنے پر پیشکش ہونے پر بیٹھ جاتے حکمرانوں کے ہم نوا ہو جاتے الا ماشاء اللہ یا پھر حکومت کی گرفت و سختی کی تاب نہ لاتے ہوئے جھک جاتے دب جاتے لیکن علامہ صاحب ان ساری چیزوں سے کوسوں دور تھے انہوں نے سب چیزوں سے نفرت کرتے ہوئے سختیوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے اللہ

کے حکم کے مطابق اسی کی رضا کیلئے حق بات کہنے کی داغ بیل ڈالی جبکہ اس سے قبل اکثر مذہبی جماعتوں کے لیڈر اس قسم کی طرح سے کورے تھے علامہ صاحب نے دیندار لوگوں کے وقار کو اپنی حق گوئی کی وجہ سے بلند کیا اور ایک مقام منوایا جبکہ ان سے قبل کوئی کتنا بڑا مزہبی لیڈر کیوں نہ تھا اس کو ایک مولوی سمجھا جاتا تھا لیکن علامہ صاحب نے بحیثیت سیاستدان مذہبی لوگوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کیا اور ان کو رواج دے کر پاپولر کیا جبکہ وہ اپنی زندگی کے سب سے بڑے مذہبی تھے لیکن جس ڈگر پر مذہب چلایا گیا تھا انہوں نے اس کا رخ تبدیل کر کے صحیح سمت موڑ کر مذہب کو اس کا حق دیا باوجود اس بات کے کہ وہ خالص اہلحدیث بلکہ عمل بالحدیث کے سخت حامل تھے دیگر مسالک و جماعتوں کے بھی سیاست پسندیدہ لیڈر تھے۔ سیاسی معاملات میں مذہبی دنیا انہیں اپنا نمائندہ و ترجمان گردانتے تھی اس بات کیلئے فقط یہی ثبوت کافی ہے کہ جب حنیف رامے کو وزارت علیا ملی تو اس نے لاہور کے اسمبلی حال کے اندر کانفرنس کا اہتمام کیا اور تمام مکاتب فکر کے علماء و دانشوران کا مدعو کیا تو انہیں خوب اپنے رعب کا نشانہ بنایا اور گھورتے رہے علماء تھے کہ سبحان اللہ اور الحمدللہ کے لفظ سے فضاء میں گونج پیدا کرتے تھے اسی اثناء میں علامہ صاحب بھی ہال میں انٹر ہوئے رامے کی تقریر کے بعد از خود اسٹیج پر آئے حنیف رامئے کو جو کہ وزیر اعلیٰ پنجاب تھے خوب لتاڑا اور نوٹس لیا اور اس کی تقریر کی اتنی سخت گرفت کی کہ حنیف رامے پیشانی سے پسینہ چھوڑنے لگے۔ خوب اپنے موقف پہ دلائل کے انبار لگائے اور واشگاف الفاظ میں فرمایا:

کہ میں تمہارا ملازم نہیں ہوں تمہیں روکتا بھی ہوں تمہیں ٹوکتا بھی ہوں اور انشاء اللہ احتساب کا کوڑا بن کر تمہارے سر پہ لٹکتا رہوں گا اس کے بعد کیا تھا کہ کسی عالم نے تقریر ہی نہ کی مولانا سید ابوبکر غزنوی کو دعوت دی تو انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میرے بھائی علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے بعد میں مزید گفتگو کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اسی طرح مولانا محمد بخش مسلم، مولانا عبید اللہ انور، مولانا احسان اللہ فاروقی، مولانا محمود رضوی، مولانا عبدالقادر آزاد سابقہ خطیب بادشاہی مسجد لاہور اسٹیج پر آئے سب نے یہی کہہ کر بات ختم کر دی کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کے خطاب کے بعد مزید کسی خطاب و تقریر کی گنجائش نہیں مجلس برخاست ہوئی تو ایک حنفی بزرگ نے کہا کہ احمد بن حنبلؒ کے وارث تم ہی ہو سکتے ہو ایک بزرگ نے کہا تم ہی ابن تیمیہؒ کے جانشین ہو سکتے ہو غرضیکہ علماء کی اکثریت نے علامہ صاحب کو اس جرات و بیباکی پر خراج تحسین پیش کیا۔

نوٹ: - علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے اندرون ملک مندرجہ ذیل پارٹیوں جماعتوں تنظیموں کو شرف بخشا ان میں بعض کو تھوڑا بعض کو زیادہ ٹائم دیا کسی میں باضابطہ طور پر شامل ہوئے کسی کی تائید کی اور کئی پارٹیوں کو پروان ہی ان کی وجہ سے ملا۔ کئیوں کو خود تشکیل دیا۔ یہ مختصر فہرست ہے ورنہ انہوں نے اور بھی تحریکوں میں خدمات سرانجام دیں۔

۱۔ قومی جمہوری محاذ: ایوب خان کی ڈکٹیٹرشپ کے خلاف اور بھٹو کی ڈھٹائی کے خلاف۔

۲۔ تحریک نظام مصطفیٰ: ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کی جدوجہد میں علامہ صاحب نے بھرپور کردار ادا کیا۔

۳۔ جمہوری پارٹی: سند کے حالات سنوارنے کیلئے جہاں لسانیت کی بنیاد پر فسادات ابھر پڑے تھے۔

۴۔ بنگلہ دیش نامنظور: بھٹو کے اعلان بنگلہ دیش منظور کے خلاف، بقول قاضی اسلم سیف علامہ صاحب بنگلہ دیش منظوری باضابطہ ریڈیو سے سن کر دھاڑیں مار کر رو پڑے۔

۵۔ تحریک ختم نبوت: مرزائیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے مرزائی سازشوں کے خلاف جدوجہد۔ اس کی تاریخ علامہ صاحب کے بغیر بالکل نامکمل ہے۔

۶۔ مجلس عمل: تحریک ختم نبوت ہی کی کڑی تاکہ تحریک کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ جلسے اور کانفرنسز کا انعقاد کیا جائے۔

۷۔ تحریک استقلال: بھٹو غنڈہ گردی کے خلاف جدوجہد اور دیگر سیاسی امور کیلئے بنائی گئی۔ جس نے بھٹو کے خلاف الیکشن بھی لڑا۔

۸۔ قومی اتحاد (نو ستارے): الیکشن میں ذوالفقار بھٹو کو شکست فاش دینے کیلئے تاکہ عوام کو اس کے ظلم سے نجات ملے جس میں مندرجہ ذیل جماعتیں شامل تھیں۔

۱) پاکستان مسلم لیگ ۲) پاکستان جمہوری پارٹی ۳) جمعیت علماء اسلام ۴) تحریک استقلال ۵) نیشنل ڈیمو کریٹک پارٹی ۶) جمعیت علماء پاکستان ۷) جماعت اسلامی ۸) خاکسار تحریک ۹) مسلم کانفرنس آزاد کشمیر۔

۹) ایم آر ڈی: صدر ضیاء الحق کی تضاد بیانی اور دھوکہ دہی سے پردہ ہٹانے کیلئے اور ایک بہتر لائحہ عمل تیار کرنے کیلئے بنائی گئی۔

۱۰) جمعیت اہلحدیث پاکستان: جس کے ساتھ علامہ صاحب آخر دم تک وابستہ رہے اور اسی پلیٹ فارم سے تمام جماعتی سرگرمیاں نبھائیں۔

۱۱۔ کمیٹی برائے سیاسی امور جمعیت اہلحدیث پاکستان:

جو علامہ صاحب کی ترغیب اور خواہش پر 1986ء کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں بنائی گئی۔ جس کے اہم ارکان یہ تھے:

مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی، حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ، مولانا محمد اسحاق چیمہ، پروفیسر قاضی مقبول احمد، قاضی محمد اسلم سیف، علامہ احسان الٰہی ظہیر، جس کا پہلا جلسہ 18 اپریل 1986ء موچی دروازہ میں ہونا طے پایا۔ چنانچہ 18 اپریل 1986ء سے لیکر نومبر 1986ء تک جمعیت اہلحدیث نے لاہور و کراچی سمیت 12 بڑے شہروں مثلاً سیالکوٹ، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، فیصل آباد، ساہیوال، اوکاڑہ، قصور، ملتان سکھر، راولپنڈی میں جلسے منعقد کئے۔

۱۲۔ اہلحدیث یوتھ فورس پاکستان: علامہ احسان الٰہی ظہیر کی سپیشل فورس جن کو فرزندان شہید ملت بھی کہا جا سکتا ہے اور یہ تھا علامہ صاحب کا خاص مطمع نظر کارنامہ زندگی کے نوجوانان اسلام کے ہاتھ میں قوم کی تقدیر سنوارنے کا پروگرام۔

﴿فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا قد علم كل اناس مشربهم﴾۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر بیرون پاکستان

عالمی سطح پر بھی ایک پاکستانی ہونے کے ناطے سے اپنا لوہا منوایا اور پاکستان کے وقار کو بلند کیا۔ جن ممالک میں امریکہ، سعودی عرب، عراق، برطانیہ، مصر، ایران بطور خاص جبکہ بنگلہ دیش، شارجہ، بھارت، فلپائن، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، کوریا، کویت، قطر، اردن بطور عام ہیں۔ اس کے علاوہ افریقہ اور ایشیاء کے ممالک کے دورے اور میری معلومات کے مطابق علامہ احسان الٰہی ظہیر نے چھوٹے بڑے (87) ستاسی ممالک کا دورہ کیا وہ وہاں ہمیشہ سیاسی لیڈران، افسران بالا، شیوخ عظام، اور سینئر لوگوں سے ملتے خصوصاً حکومتی ذمہ داران سے ملاقات کرتے لیکن تبلیغ اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ جاتا گویا کہ علامہ صاحب نے بیرون پاکستان بھی وطن عزیز کا وقار بلند کیا۔ اگر تاریخ پاکستان کے مصنف نے عدل وانصاف سے کام لیا تو علامہ صاحب کا نام ہمیشہ جلی حروف اور عظیم کارناموں کے ساتھ تاریخ پاکستان کا حصہ بنے گا۔ ان کے بغیر یہ تاریخ نامکمل ہوگی انکا نام اسی صورت ہی غائب ہوگا جب مورخ پاکستان انتہائی بے انصافی اور ظلم وزیادتی سے کام لے گا۔ ورنہ تذکرہ پاکستان اور تذکرہ علامہ احسان دونوں لازم وملزوم ہیں۔ یہ دونوں ایک تذکرے کے دایاں بایاں بازو ہیں بلکہ شہید کا تذکرہ پاکستان کی تاریخ میں ضم ہے۔ اور ہر دیکھنے والی آنکھوں کو جو بصارت کے ساتھ بصیرت رکھتی ہیں ممتاز نظر آئے گا۔

قائد ملت اسلامیہ۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کی شہادت

شہادت کے طلبگار اور جنت البقیع میں دفن کے آرزومند تھے اس خواہش کی تکمیل کیلئے وہ خانہ خدا بیت اللہ شریف میں کھڑے ہو کر متعدد بار دل کی اتھاہ گہرائیوں سے رو رو کر دعائیں بھی کر چکے تھے۔ چنانچہ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر کی ان دونوں امنگوں کو خدا تعالیٰ نے اس طرح پورا کیا کہ وہ اہلحدیث یوتھ فورس لاہور کے زیر اہتمام منعقدہ جلسہ سیرت النبی ﷺ بمقام فوارہ چوک قلعہ لچھمن سنگھ نزد مینار پاکستان مورخہ 23.24 مارچ کی درمیانی شب 1987ء کو خطاب فرما رہے تھے جس کا آغاز انہوں نے تقریباً رات کے 11 بجے کیا تھا۔ علامہ شہید نے اپنے مخصوص انداز میں خطبہ پڑھا اور حمد وثناء کے ساتھ اپنے بیان کا آغاز کیا مرحوم عام معمول سے ہٹ کر یہ خطاب بیٹھ کر کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک شخص خوبصورت پھولوں سے بنا گلدستہ لیکر گلدان میں ڈالے اسٹیج پر آیا اور بڑی سنجیدگی و آداب کے ساتھ گلدستہ رکھ کر نیچے اتر آیا چونکہ اس کے قبل اس نوعیت کا کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا کہ کوئی آدمی اتنی توجہ دیتا ویسے

بھی تدبیر پہ تقدیر غالب ہوتی ہے۔ فیصلہ زمین پر نہیں آسمان میں ہوتا ہے کوئی کیا جانے کہ پھول آئے ہیں یا موت کے رسول آئے ہیں۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر اپنے زندگی کا آخری پیغام دے رہے تھے۔ خطبہ الوداع سے لوگوں کو مسحور و محفوظ کر رہے تھے کہ اچانک کوئی دس بارہ منٹ بعد بم پھٹ گیا، دھماکہ ہوا علامہ احسان الٰہی ظہیر شدید زخمی ہوگئے اس کے قبل علامہ احسان الٰہی ظہیر مسلمانوں کی ذلت و رسوائی اور بے بسی و مظلومیت کا تذکرہ کر رہے تھے اور ان کے حل کی طرف توجہ مبذول کرا رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کو جگانے کیلئے اہمیت دلانے کیلئے یہ شعر گنگنا رہے تھے۔ اور اپنی گرج دار آواز میں فرما رہے تھے کہ اقبالؒ نے کہا تھا۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

ابھی وہ بے تیغ کا لفظ مکمل کر رہے تھے کہ بم دھماکہ ہوگیا علامہ صاحب کے خاص رفقاء میں سے مولانا عبدالخالق قدوسی جاں بحق ہو گئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شدید زخمی ہوگئے اور دوسرے دن ہسپتال میں مرتبہ شہادت پہ فائز ہوئے۔ محمد خان نجیب بھی شہید ہوئے جبکہ ان کے علاوہ بھی پانچ افراد نے شہادت پائی قائد اہلحدیث علامہ احسان الٰہی ظہیر کو فوراً میو ہسپتال لاہور میں داخل کروا دیا گیا۔ تقریباً 3,4 دن زیر علاج رہے لیکن زندگی کا سورج غروب ہوتا دکھائی دیتا تھا اسی دوران پنجاب کے گورنر اور وزیر اعلیٰ خود کئی مرتبہ ہسپتال خبر کو آئے۔ لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ پولیس کنٹرول نہ کر سکی آخر کار انہیں آنسو گیس استعمال کرنا پڑی۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر کے جسم کا 33% حصہ بم نے اڑا دیا تھا بائیں آنکھ ضائع ہوگئی تھی لیکن وہ جب ہوش میں آتے اسی گرجدار آواز میں بولتے جوان کا معمول تھا بلکہ باقاعدہ پریس بیانات بھی جاری کرتے رہے لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا ڈاکٹرز سیاست دان، تاجر، لیڈران، مذہبی راہنما، صحافی پارٹیاں پہنچ رہی تھیں۔ زخموں سے چور گوشت کے اڑے ہوئے لوتھڑوں سے کراہ رہے تھے نیم بے ہوشی کی کیفیت شدید سخت تکلیف کا عالم زندگی و موت کی کشمکش میں پڑا اللہ کا یہ شیر کہ جس نے اس قدر بے سکونی و بے چینی کے عالم میں بھی کہا تھا کہ لوگوں کو رونے دھونے سے روکو اور کہو کہ واویلا مت کرو اور میرے کتاب و سنت کے جاری کردہ مشن کو ہر حال میں جاری رکھو ساتھیوں سے صاف کہہ دو کہ کتاب و سنت کے مشن کیلئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرنا۔ علامہ صاحب کے زخمی ہونے کی خبر BBC لندن اور دلی ریڈیو سے پوری دنیا میں پھیل چکی تھی ان ہی دنوں سعودی عرب کے سربراہ شاہ فہد انگلینڈ کے دورہ پر تھے انہوں نے فوراً اپنے سعودی سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ ابھی علامہ صاحب کی عیادت کو پہنچو اور ان سے گزارش کرو کہ آپ کے علاج کیلئے سعودی عرب ہر قسم کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہے چنانچہ اسلام آباد میں سعودی عرب کے سفارت خانے کے تعلیمی قونصلیٹ اور مذہبی قونصلیٹ میو ہسپتال لاہور پہنچے، شاہ فہد کا پیغام و سلام دیا، ریاض میں علاج کی پیش کش کی۔ (حوالہ روزنامہ نوائے وقت و جنگ 29 مارچ 1987ء)

عراقی صدر صدام حسین کا بھی تار آیا کہ میرے مذہبی امور کے وزیر جہاز لیکر تیار کھڑے ہیں اگر علامہ صاحب اجازت دیں تو بغداد میں سرکاری طور پر ان کا علاج کروایا جائے۔ لیکن ریاض جانے کا فیصلہ ہو چکا تھا لہٰذا صدر صدام کا شکریہ ادا کر دیا۔ سعودی عرب نے سپیشل پرواز کے ذریعے ریاض لے جا کر ملٹری ہسپتال میں امریکی سپیشلسٹوں کی نگرانی میں علاج شروع کر دیا۔ شاہ فہد نے اپنے وزیر صحت کو خبردار کیا کہ ہر ممکن کوشش کی جائے تاکہ علامہ صاحب کی جان جہان بچ سکے ڈاکٹر اعجاز حسن کی سربراہی میں پاکستانی ڈاکٹرز کی ٹیم ساتھ گئی۔ علامہ صاحب کے والد اور ذاتی معالج بھی گئے ریاض پہنچنے پر سب سے پہلے پاکستانی سفیر جہاز کے اندر آئے جو پہلے ہی بہت ساری پاکستانی عوام کے ساتھ ائیر پورٹ پر منتظر کھڑے تھے انہوں نے علامہ صاحب سے مصافحہ کیا تو علامہ صاحب نے پوچھا کیا حال ہیں سفیر صاحب۔ ریاض پہنچنے کی خبر 30 مارچ کو جنگ اخبار کے پہلے صفحے پر آئی کہ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کا ریاض میں علاج شروع ٹانگ کاٹنے کا خطرہ ٹل گیا بارود کا اثر ختم کرنے والی میڈیسن دی جا رہی ہیں اور علامہ صاحبؒ کا اخباری بیان بایں الفاظ روزناموں کی زینت بنا کہ" اسلام کی سربلندی کیلئے اور ملک و قوم کی خدمت کیلئے کوشاں رہونگا۔ جمعیت اہلحدیث کے جنرل سیکرٹری حضرت علامہ

احسان الٰہی ظہیرؒ نے کہا ہے کہ وہ اسلام کی سربلندی کیلئے پوری طرح کوشاں رہیں گے۔اب وہ علاج کیلئے سعودی عرب جارہے ہیں۔اور صحت یاب ہو کر ملک واپسی پر وہ ملک وقوم اور اسلام کی، اپنی جماعت کی بھرپور خدمت کریں گے"۔ یہ بیان لاہور ائرپورٹ پر دیا تھا۔حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ عرب دنیا کی پسندیدہ شخصیت تھے۔اس لئے سعودیہ کی 29 ہزار مساجد میں ان کے لئے دعائے صحت کی گئی لیکن حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے......

اناللہ وانا الیہ رجعون

ملت اسلامیہ کا ہر فرد جو علامہ صاحبؒ کو کسی بھی حوالے سے جانتا تھا تو روئے بغیر نہ رہ سکا۔

قیامت ہم نے دیکھی ہے قیامت سے
بہت پہلے کسی نے سچ کہا تھا

وہ اٹھا تو زمیں آسمان رو پڑے
بچے بوڑھے روئے نوجواں رو پڑے

پاکستان میں خبر پہنچتے ہی کہرام مچ گیا اور تاریخ پاکستان نے ان لفظوں کی صداقت کو پھر سے زندہ ہوتے دیکھا جو احمد بن حنبلؒ نے جیل وقید وبند میں کہے تھے کہ" الفرق بیننا وبینھم الجنائز" جس دن میرا جنازہ اٹھے گا اس دن ہمارے اور ان کے درمیان فرق واضح ہو جائے گا۔سعودی حکومت نے ریڈیو ٹیلی ویژن پر یہ خبر نشر کی پھر کیا تھا کہ سعودی سرکاری تعلیمی ادارے، گورنمنٹ دفاتر، کالج، یونیورسٹیوں میں چھٹی ہوگئی۔سعودیہ کے علماء مفتی حضرات مصنفین ریاض کی طرف سمٹنے لگے مفتی عالم اسلام جناب شیخ ابن بازؒ نے اپنے شاگرد رشید بطل جلیل علامہ احسان الٰہی ظہیر کی نماز جنازہ پڑھائی آہ وبکا کا منظر اللہ...........۔کوش کوئی قلم ہو جو اس کی تصویر کھینچ سکے لوگوں کے انسو نہ تھمتے تھے۔ علامہ تھے کہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو چکے تھے"جن کا دیوانہ تھا ان کا مہماں ہوا" سچ ہے کہ کسی نے خوب کہا ہے:

وہ بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

علامہ احسان الٰہی ظہیر کے تمام عقیدت مند بقول اقبال یہ کہہ رہے تھے کہ "انجمن کا کیا مزہ جب دل ہی بجھ گیا ہو" اور مخالف بھی پکار اٹھے کہ

تجھے کھودیا ہم نے پانے کے بعد
تیری یاد آئے تیرے جانے کے بعد

جب اعلان ہوا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کا جنازہ دوسری مرتبہ مسجد نبوی ﷺ میں پڑھایا جائے تو سعودی عرب میں مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے پاکستانی لوگ عربوں کے ہمراہ قافلہ در قافلہ آہوں اور سسکیوں کے ساتھ کھینچے چلے آئے، مدینہ منورہ میں جب جنازہ لے جایا جارہا تھا تو دوکاندار وغیرہ حیران وششدررہ کر یہ پوچھتے یہ عظیم شخصیت کون ہیں اور ایک چشم دید گواہ عبدالوکیل ہاشمی جو آجکل حرم شریف میں بطور لیکچرار متعین ہیں کہ لوگ کیا تھے سروں کی ایک فصل تھی جو اُگ آئی تھی۔ اسی طرح لاہور گول باغ میں علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کی غائبانہ نماز جنازہ کا اعلان ہوا لوگوں کا سمندر تھا جو وہاں مغموم ومحزون تھا۔ پنجاب اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا، ختم نبوت ﷺ کے چیئرمین مولانا منظور احمد چنیوٹی دیوبندی نے اجلاس ختم کروادیا اور جنازہ میں احباب کو لئے شریک ہوئے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کو پاکستان کے تقریبا تمام الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا نے خراج تحسین پیش کیا بلکہ ایک مسیحی جریدے نے بھی تعزیتی بیان جاری کیا اور مرحوم کی خدمات کو سراہا پوری اسلامی دنیا میں علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے غائبانہ جنازے پڑھے گئے ان کی تعزیت میں مندرجہ ذیل شخصیات نے گہرے رنج والم کا اظہار کیا اور بیانات دیئے۔

خادم حرمین شریفین شاہ فہد، صدام حسین صدر عراق، صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق، محمد خان جونیجو سابق وزیر اعظم پاکستان، مخدوم سجاد قریشی گورنر پنجاب، میاں محمد نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب، بابائے جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا کوثر نیازی سابق وزیر مذہبی امور، چوہدری شجاعت حسین، بینظیر بھٹو، پیر پگاڑا، حنیف رامے، سابق وزیر اعلیٰ پنجاب، مولانا فضل الرحمٰن ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام، ایم۔ایس ظفر سابق وزیر قانون، ائیر مارشل اصغر خان، غلام مصطفیٰ جتوئی، خان عبدالولی خان، جناب سلطان محمد القاسمی صدر شارجہ، طارق عیسیٰ مدیر امور خارجہ جمعیت کویت، محمود قریشی سابق وزیر داخلہ پاکستان، ملک محمد قاسم صدر پاکستان مسلم لیگ چٹھہ گروپ، میاں محمد طفیل امیر جماعت اسلامی پاکستان، عبدالحنان بھارت، ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی پاکستان، فضل الرحمٰن مدینہ یونیورسٹی، سردار عبدالقیوم خان صدر

آزاد کشمیر، جناب حسن ابدار ڈائریکٹر رابطہ عالم اسلامی لندن، ڈاکٹر عبدالباری صدر جمعیت بنگلہ دیش، پروفیسر صبغت اللہ افغان نیشنل لبریشن فرنٹ، مولانا فضل کریم مرکزی جمعیۃ برطانیہ ان میں سے ماسوائے چند کے باقی سب تعزیت کیلئے باجماعت وفد کی صورت میں آئے حتیٰ کہ خود جنرل ضیاء الحق بھی۔ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کو مدینہ منورہ جنت البقیع کے قبرستان میں حضرت امام مالکؒ کے پہلو اور صحابہ اکرامؓ کے قدموں میں دفن کر دیا گیا اور یہ عظیم شخصیت علم وعمل کا گہوارہ جرات واستقامت کا مجسمہ اللہ کی توحید کا داعی رسول ﷺ کی سنت کا شیدائی ملک پاکستان کی خیر خواہی ملت اسلامیہ کا نڈر سپاہی ہمیشہ کیلئے ہمنشین خاک ہوا۔

علامہ صاحب اور حرمین شریفین

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد بار بیت اللہ شریف کا حج کیا اور حج کے دنوں وہاں حجاج کرام کو اردو میں حج کے مسائل بتاتے اور بقول خوشنود علی خان کے علامہ صاحبؒ نے خود فرمایا کہ ”میں جب پاکستان سے نکلتا ہوں تو جہاں کہیں بھی جاؤں واپسی پہ مکہ ومدینہ سے ضرور ہو کر جاتا ہوں میرے لئے یہ جائے پناہ ہے میں یہاں آکر سکون محسوس کرتا ہوں“ (روزنامہ خبریں 29 مارچ 1997) علامہ صاحبؒ 23 مارچ 1987ء کو لاہور کے ایک جلسے میں بم دھماکہ سے زخمی ہوئے 30 مارچ 1987ء کو صبح فجر کے وقت چار بجے کے قریب ریاض سعودی عرب میں اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ پر رحمت میں ہمیشہ کی حاضری کیلئے لبیک کہا اور وفات پائی وہ بے بدل خطیب بارعب مقرر تھے مجمع پہ چھا جانا ان کا کمال تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ بادشاہی مسجد لاہور میں تمام مذہبی جماعتوں کا مشترکہ جلسہ ہوا جو کہ تحریک ختم نبوت کے حوالے سے تھا جس میں اوکاڑہ، شیخوپورہ، فیصل آباد، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، قصور، لاہور، کے لوگوں کا اجتماع ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کا سماں پیش کر رہا تھا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جب اس میں تشریف لائے تو جماعت اسلامی کے لوگوں نے اور اسلامی جمعیت طلبہ والوں نے کچھ عصبیت پہ مبنی متعصبانہ نعرے مارنا شروع کر دیئے اسی طرح جب مفتی محمودؒ تشریف لائے تو جمعیت علمائے اسلام کے کارکنوں نے بھی شدید ردعمل کا مظاہرہ کیا جس سے بہت کشیدگی پیدا ہوگئی ماحول میں اشتعال آگیا جلسہ ہنگامے کی صورت اختیار کرنے لگے تو علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے فوراً اٹھ کر مائیکروفون اپنے قبضہ میں لیا اور کہا کہ ”ایک منٹ اور صرف ایک منٹ میری بات سنو اگر تم میرے آقا کی ختم نبوت کے تحفظ کیلئے یہاں آئے ہو تو پھر یہ باہمی تو تکار کیا ہے؟ یہ سطحی اختلافات کیوں؟ جماعتی عصبیت کے مظاہرے کس لئے؟ یہی تو دشمن کی چال ہے کہ وہ تمہاری صفوں میں اختلاف وانتشار پھیلا کر تمہاری تحریک کو فیل کرنا چاہتا ہے جو دشمن کا ایجنٹ ہے وہ بلا شبہ کھڑا رہے اور جو میرے آقا کی ختم نبوت کا پروانہ ہے وہ فوراً بیٹھ جائے“۔

چنانچہ وہی مجمع جو چند منٹ پہلے میدان جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا اس طرح خاموش ہو کر بیٹھ گیا گویا کہ کچھ ہوا ہی نہ تھا یہ تھی ان کی بارعب خطابت پر تاثیر تقریر۔

اللہ ان کی محنتوں، کوششوں اور حسنات کو قبول فرمائے۔ لغزشوں ک، کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

قاری تاج محمد شاکر حفظہ اللہ کو مبارکباد

جماعت اہلحدیث کے معروف شاعت و خطیب حضرت مولانا قاری تاج محمد شاکر حفظہ اللہ نے اسلام آباد، بالاکوٹ اور کراچی کے 15 روزہ تبلیغی دورے کے دوران حسن نعت وتقریر میں اول انعامات حاصل کئے جس پر تحریک اہلحدیث کراچی نے ان کے اعزاز پر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انہیں گولڈ میڈل پیش کیا۔ جامعہ کراچی کے اساتذہ نے قاری صاحب کی نعتوں اور تقاریر انٹرنیٹ پر دینے کا وعدہ کیا۔ ادارہ جامعہ سلفیہ کے اساتذہ انتظامیہ اور طلبہ نے قاری صاحب کو اس اعزاز پر مبارک باد دی۔ اور ان کیلئے مزید برکت کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے آمین۔

(ادارہ ترجمان الحدیث)

درخواست دعائے صحت

معروف محقق، عالم دین حضرت مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی صاحب ان دنوں شدید بیمار ہیں۔ قارئین مولانا موصوف کیلئے خصوصی دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے آمین۔

(ادارہ)